مردان میں احمدی خاتون کی شہادت، سیدنا بلال فنڈ سے اشاعت قرآن کا تحفہ نیز کلمہ کی حفاظت کے لئے جماعت کی شاندار قربانیاں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰/ جون ۱۹۸۶ء بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

آج کے خطبہ میں میں سب سے پہلے تو میں پاکستان سے آنیوالی ایک اور پردرد خبر سے جماعت کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔

یہ خبر دردناک تو ضرور ہے مگر ویسی ہی دردناک ہے جیسی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں دردناک سعادتیں نصیب ہوتی رہی ہیں۔ دردناک اس پہلو سے کہ واقعۃً جب راہِ مولیٰ میں محض اللہ کی محبت کی خاطر کسی کی شہادت کی خبر سنی جاتی ہے تو ایک طبعی سچا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ دل کو دکھ پہنچتا ہے لیکن ایسا دکھ نہیں جس کے ساتھ شکوے وابستہ ہوں۔ ایسا دکھ نہیں جس کے ساتھ واویلے کا تعلق ہوتا ہے اور انسان سٹپٹا کر جو منہ میں آئے بکنا شروع کر دیتا ہے یا کوستا ہے یا زمانہ کو گالیاں دیتا ہے یا تقدیر کو برا بھلا کہتا ہے۔ یہ ویسا دکھ تو نہیں۔ ایک ایسا دکھ ہے جو دکھ بنتے ہوئے بھی مومن اپنے دل وجان سے اس طرح چمٹا لیتا ہے جیسے کسی پیارے کو چمٹایا جاتا ہے۔

ہر شہادت کا دکھ سعادت بھی ہوتا ہے۔ دکھ کا پہلو تو رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے لیکن سعادت کا

پہلو زندہ رہتا ہے اور باقی رہتا ہے اور ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کی آن بان اور چمک میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج آپ جن نگاہوں سے سعادتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کل کے آنے والے جب ان کو دیکھیں گے تو ان کو پہلے سے زیادہ چمک دار پائیں گے اور دین کی راہ میں پائی جانے والی سعادتیں، ملنے والی سعادتیں یہ خصوصیت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ نہ صرف یہ کہ ان کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ زیادہ وسیع علاقوں میں ان کا نور دکھائی دینے لگتا ہے اور دیکھنے والوں کی نظروں میں بھی وسعت ہوتی چلی جاتی ہے اور ان روحانی سعادتوں کے لئے احترام اور عقیدت میں بھی گہرائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

لہٰذا یہ وہ سعادت ہے جس کی مَیں خبر آپ کو دینا چاہتا ہوں جو ایک امر، نہ مرنے والی نہ مٹنے والی سعادت ہے۔ لیکن اس کے باوجود مومن سچائی کو پسند کرتا ہے اور تصنع سے پاک ہوتا ہے اس لئے یہ کہنے میں بھی مَیں باک محسوس نہیں کرتا کہ اس خبر کے ساتھ جب مَیں نے سنا تو مجھے بھی دکھ پہنچا۔ جب آپ سنیں گے تو آپ کو بھی دکھ پہنچے گا اور اس کے دکھ والے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ایک اور پہلو سے یہ شہادت جس کا مَیں ذکر کرنے والا ہوں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہے، ایک نیا سنگ میل رکھ رہی ہے اس دور کی قربانیوں میں کیونکہ خواتین میں سے یہ پہلی ہیں جنہیں اس دور میں اللہ کی خاطر جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کا نام رخسانہ تھا۔ ان کے خاوند طارق تو احمدی تھے لیکن ان کے بھائی بشارت احمدی نہیں۔ یہ خاندان اس طرح بٹا ہوا ہے کہ آدھے بھائی تقریباً احمدی اور آدھے غیر احمدی۔ مردان میں یہ لوگ تجارت کرتے ہیں اگر چہ پٹھان نہیں اور پنجابی ہیں۔ سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والا خاندان ہے جو سرگودھا میں بھی آباد ہے اور گویا دونوں ضلعوں کا واسطہ ہے اس خاندان سے یعنی دونوں ضلعوں کے ساتھ اس خاندان کا تعلق قائم ہے۔ لڑکی کے والد مرزا خان صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں ان دنوں رہائش پذیر ہیں۔ طارق جو احمدی ہیں، مخلص احمدی ہیں ان کا بھائی بشارت علماء کی بدکلامی کے نتیجہ میں دن بدن زیادہ بدگو ہوتا چلا گیا اور اخلاقی جرأت کا یہ حال تھا کہ بھائی کے سامنے تو زبان نہیں کھول سکتا تھا لیکن اپنی مظلومہ بھابھی کے سامنے دل کھول کر دل کا غبار نکالتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیتا تھا اور ہر قسم کی بدکلامی سے کام لیتا تھا اور مردانگی کا عالم یہ ہے کہ بھائی کو تو عبادت سے نہیں روک سکتا تھا لیکن اس

مظلوم عورت کو قتل کی دھمکیاں دیتا تھا کہ اگر تم احمدی مسجد میں جا کر نماز یں پڑھو گی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ بہر حال یہی آداب ہیں اس دور کے ان ''مجاہدین'' کے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے دشمنوں سے حق کی مخالفت کے گُر سیکھے ہیں۔ وہ سارا بنیادی کردار دہرایا جا رہا ہے۔

بہر حال عید کے روز کا واقعہ ہے کہ طارق اور ان کی بیگم رخسانہ جب عید کی نماز پڑھ کر واپس آئے۔ طارق جب غسل خانے گئے تو پیچھے بچی کو اکیلا پا کر اس نے پھر نہایت بدکلامی سے کام لیا اور کہا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم نے احمدیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جانا۔ اس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے منع کرنے والے۔ عبادت کا معاملہ ہے۔ میں مذہب کے معاملہ میں آزاد ہوں جو چاہو کر و میں بہر حال اپنے اس مذہبی حق کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گی۔ جہاں جی چاہے گا نماز پڑھوں گی جہاں چاہوں گی عبادت کروں گی تمہیں میرے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ اس پر اس نے پستول نکال کر وہیں فائر کئے دو گولیاں تو سینہ چھید کر نکل گئیں اور ایک ٹانگ پر لگی۔ بہر حال تھوڑی دیر کے اندر ہی بچی نے دم توڑ دیا۔ خاوند جب باہر آئے تو وہ یہ نظارہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور دو دن تک بے ہوش رہے۔ چونکہ ان کی والدہ غیر احمدی ہے اور آدھے بھائی غیر احمدی ہیں اس لئے انہوں نے پولیس میں خاندانی اندرونی معاملہ درج اس طرح کرایا کہ کسی کو پکڑ نہ ہو سکے اور کہا یہ کہ گویا یہ کھیل رہے تھے پستول سے کہ اتفاق سے چل گیا لیکن ساتھ ہی بشارت آزاد علاقہ میں روپوش ہو گیا۔ جب مرزا خاں صاحب کو اطلاع ملی تو انہوں نے پولیس کو تاریں دیں اور ابھی تک یہ معاملہ لٹکا ہوا ہے کسی کروٹ بیٹھا نہیں۔ انہوں نے تاریں دیں اور یہ ذکر کیا کہ میرے پاس بچی کے خطوط موجود ہیں جس میں بچی نے لکھا ہے کہ مجھے شدید روحانی اذیت دے رہا ہے یہ شخص اور سخت گندی گالیاں دے رہا ہے سلسلہ کے بزرگوں کو اور قتل کی دھمکیاں دے رہا ہے اس کے بعد اس کا کیا جواز ہے کہ اس مقدمہ کو ایک اتفاقی حادثہ کے طور پر درج کیا جائے۔

بہر حال جو بھی اس کا نتیجہ نکلتا ہے امر واقعہ یہ ہے کہ جب خدا کے نام پر کوئی شہادت ہوتی ہے تو اس کے نتیجہ میں دنیا والے اس قاتل کو پکڑیں یا نہ پکڑیں، دنیا کا قانون اس پر جاری ہو یا نہ ہو امر واقعہ یہ ہے کہ یہ معاملہ خدا کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور اس وجہ سے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بے چین ہونے کی ضرورت نہیں کہ وہ قاتل آزاد پھر رہا ہے۔ تقریباً دس شہید ہو چکے ہیں سندھ میں

جن کے قاتل آزاد پھر رہے ہیں ۔ جب حکومت شامل ہو قتل میں، جب حکومت کی پوری سرپرستی حاصل ہو اور حوصلہ افزائی ہو رہی ہو جرائم کی اس وقت یہ توقع رکھنا کہ قاتل پکڑے جائیں گے یا پکڑے جائیں گے تو پھر انصاف کے مطابق ان کو سزا دی جائے گی یہ ویسے ہی غلط بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو قانون ہے وہ بہر حال چلتا ہے اور اس کو چلنے سے کوئی دنیا کی طاقت روکا نہیں کرتی اس لئے ان معاملات میں جہاں تک انتقام کا تعلق ہے جماعت کو اس جذبہ سے الگ رہتے ہوئے اپنے درد کے جذبات کو بہتر سمتوں میں رواں کرنا چاہئے اور خدا تعالیٰ سے ہدایت کی دعا طلب کرنی چاہئے۔

اس درد کا بدلہ تو خدا نے بہر حال دینا ہے ان قربانیوں کی جزا تو آسمان سے بہر حال ملنی ہے سوال یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں کیا بدلہ طلب کیا جائے اور کیا جزا مانگی جائے ۔ جہاں تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا تعلق ہے ہمارے لئے یہ بات ہمیشہ کے لئے کھل چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اور اپنے ساتھیوں پر ہونے والے مظالم کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے قوم کے لئے ہدایت کی دعا مانگی اس لئے اس ظلم کے نتیجہ میں بھی میں جماعت کو یہی نصیحت کروں گا کہ وہ قوم کے لئے ہدایت کی دعا کریں۔ ظالموں کو اگر ہدایت نصیب ہو جائے تو اس سے بہتر جزا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہدایت سے بہتر جزا نہ اس دنیا میں مل سکتی ہے اور نہ اس دنیا میں نصیب ہو سکتی ہے۔ کوئی انتقام اس طرح دل کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا جس طرح یہ نظارہ کہ وہ لوگ جو ظالم تھے ان کے سر شرم سے جھکے ہوئے ہیں اور ان کو نظریں ملاتے ہوئے حیا آتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ ظالم تھے۔ اور اندر ہی اندر ایک اندرونی آگ میں ہر وقت جلتے رہتے ہیں کہ ہم سے یہ کیا غلطیاں سرزد ہوئیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ شیخوپورہ سے ایک وفد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں آیا۔ ایک نوجوان نے تازہ تازہ بیعت کی تھی اور اسے بہت شوق تھا کہ میں خلیفۃ المسیح سے ملوں ۔ ملاقات کے وقت اس کی نظریں جھک گئیں اور مسلسل آنسوؤں کی موسلا دھار بارش تھی جو آنکھوں سے برس رہی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ رکا نہیں ، مسلسل روتا رہا۔ باہر نکل کر ضلع کے امیر صاحب اور دوسروں نے کہا میاں! تم اچھا شوق کا اظہار کیا کرتے تھے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ مجھے بھی لے کر جاؤ، میں نے بھی ملاقات کرنی ہے۔ تمہیں ہوا کیا؟ تم نے تو آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔ اس نے اس کا جواب یہ دیا کہ 74ء میں جو احمدیوں پر مظالم کئے جارہے تھے میں اس گروہ کا سرغنہ تھا جو مظالم میں

پیش پیش تھا، مسجدیں جلانے میں، احمدیوں کو زدوکوب کرنے اور مارنے پیٹنے میں اور ان کے گھر جلانے میں اور ان کو شہید کرنے میں جو لوگ بھی شامل تھے میں ان میں پیش پیش تھا۔ جب میں یہاں حاضر ہوا تو جرائم فلم کی طرح میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے اور اس قدر میں مغلوب ہو گیا احساس ندامت سے کہ سوائے آنسو بہانے کے میرے پاس کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ میں اس لائق نہیں سمجھتا تھا کہ ان آنکھوں سے جو کبھی نفرت اور غصے سے دیکھا کرتی تھیں احمدیوں کو، احمدیوں کے امام کو انہی آنکھوں سے دیکھوں۔ یہ کیفیت تھی اس کی اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا قرآن کریم ذکر فرماتا ہے :فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حٰمٓ السجدۃ:۳۵) تم ہر بدی کو حسن سے تبدیل کرتے رہو، ہر ظلم کی جزاء نیکی سے دو۔ تم کیا دیکھو گے۔ تم یہ دیکھو گے کہ جو لوگ تمہارے خون کے پیاسے ہیں ایسے تمہارے دوست بن جائیں گے کہ تم پر جان چھڑکنے لگیں گے، فدا ہونے لگیں گے ۔ پس کہاں یہ انتقام اور کہاں وہ انتقام کہ کسی ظالم کو دنیا کی سزا مل جائے اور قصہ ختم ہو۔ اس لئے یہ جو عظیم ترین اور حسین ترین انتقام قرآن اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے سکھایا ہے اس سیکھے ہوئے سبق کو بھلائیں نہیں اور اسی پر قائم رہیں ۔ اس سے بہتر سبق آپ کو اور دنیا میں کہیں میسر نہیں آ سکتا ۔ آنحضرت ﷺ کے مکتب میں پڑھنے والے غیروں سے سبق سیکھیں یہ ان کو زیب نہیں دیتا۔

جہاں تک اس سعادت کا تعلق ہے یہ خاتون تو عظیم سعادت پا گئیں۔ دوسری احمدی خواتین کے متعلق میں ایک بات کی وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔ بڑی کثرت سے مجھے ہر شہادت کے بعد ایسے خطوط ملتے ہیں جس میں احمدی خواتین اس خواہش کا اظہار کرتی ہیں اور مجھے دعا کے لئے لکھتی ہیں کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہادت نصیب کرے اور بعض بچیوں کے اتنے تڑپ کے خط ہوتے ہیں، اس قدر بے قرار کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو زندگی سے نفرت ہو گئی ہے، ایک ایک لمحہ ان پر بوجھ بن کر گزر رہا ہوتا ہے۔ ان بچیوں کو بھی اور ان عورتوں کو بھی جنہوں نے اس قسم کے خطوط لکھے یا دل میں تمنا تو پیدا ہوتی ہے لیکن خطوط نہیں لکھ سکیں ان کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ احمدی مستورات قربانیوں میں ہرگز اپنے مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ شہادت میں وہ بیویاں جو بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتی ہیں ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ ان کے خاوند تو ثواب پا گئے اور وہ محروم رہ گئیں، وہ آگے نکل گئے اور یہ پیچھے رہ گئیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ مردوں کی شہادت کی عظمت کے اندر ان کی

بیواؤں کی قربانیوں کی عظمت داخل ہوتی ہے۔ان ماؤں کو آپ کیسے بھلا سکتے ہیں جن کے بچے شہید ہوئے اور اللہ کی رضا کی خاطر وہ راضی رہیں اور بڑے حوصلے اور صبر کے نمونے دکھائے۔ان بہنوں کو آپ کیسے فراموش کر سکتے ہیں جن کے ویر ہاتھ سے جاتے رہے۔ بہت ہی پیار سے ان کو دیکھا کرتی تھیں، بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا کرتی تھیں اور جانتی ہیں کہ اب کوئی گھر میں واپس نہیں آئے گا۔کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خواتین، یہ بوڑھیاں، یہ بچیاں، یہ جوان عورتیں یہ ساری قربانیوں سے محروم ہیں اور صرف شہید ہونے والے قربانیوں میں آگے نکل گئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ شہید ہونے والے تو قرآن کی گواہی کے مطابق اپنے رب کے حضور بہت ہی شاداں ہیں، وہ تو جنتوں میں داخل ہو چکے ہیں، وہ تو ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہیں قربانیاں کرنے والے تو پیچھے رہ جایا کرتے ہیں۔اس لئے احمدی خواتین سے میں کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کو تمنا تھی اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمنا پوری بھی کر دی کہ ایک احمدی خاتون کو واقعۃً خدا کی راہ میں جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی لیکن یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ آپ مردوں سے پیچھے ہیں۔ پیچھے رہنے والوں میں مرد بھی ہوتے ہیں رشتہ دار اور عورتیں بھی ہوتی ہیں اور میرا مشاہدہ یہ ہے کہ مردوں کی یادوں سے جدا ہونے والوں کے دکھ جلدی مٹتے ہیں بنسبت عورتوں کی یادوں کے۔عورتیں خواہ وہ بوڑھی ہوں یا جوان ہوں ان میں وفا کا مادہ اس لحاظ سے بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ جدا ہونے والوں کے غموں کو بہت زیادہ دیر تک پیار اور محبت سے سینوں سے لگائے پھرتی ہیں اور مردوں میں یہ غیر معمولی خلق نسبتاً کم پایا جاتا ہے۔اس لئے بچے بھی ہوں تو میں نے دیکھا ہے بیٹیاں زیادہ دیر تک یاد رکھتی ہیں اور بیٹے جلدی بھول جاتے ہیں۔

تو احمدی خواتین ہرگز قربانیوں میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور دعا کے لئے جو خط لکھنے والیاں ہیں ان کو میں خاص طور پر تاکید کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اس ابتلا کے دور کو اب قبول فرمالے اور ختم فرمادے۔ وہ قربانیاں جو ہم نے نہیں بھی دیں اور وہ جو دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں لیکن ان کو موقع نہیں مل رہا خدا چاہے تو واقعات گزرنے سے پہلے ہی ان کو اس طرح شمار فرمالے جیسے وہ واقعات گزر چکے ہیں۔اور امر واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں سے اکثر ایسا ہی سلوک فرماتا ہے۔ بہت تھوڑی قربانیاں لے کر اس طرح رحمتیں نازل فرماتا ہے جیسے ساری قوم نے

پوری طرح وہ قربانیاں دے دی ہوں۔ تھوڑے وقت کی قربانیوں کو ازلی قربانیوں کے طور پر شمار فرماتا ہے۔ اس لئے وہ یہی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس دورِ ابتلا کو اب ایسے دورِ انعام میں بدل دے کہ ابتلا خوابوں کی دنیا کے واقعات نظر آنے لگیں اور وہ رحمتیں جواب بھی نازل ہو رہی ہیں پہلے سے بہت بڑھ کر مزید ہم پر نازل ہوں اور نازل ہوتی رہیں۔

اس ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ عید کے خطبہ میں مَیں نے سیدنا بلال فنڈ کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کو یہ خوش خبری دی تھی کہ میرا ارادہ ہے کہ اس فنڈ سے کم از کم سو زبانوں میں قرآن کریم کے نمونے کے ترجمے شائع کر کے ان سب قربانی کرنے والوں کی طرف سے دنیا کے لئے یہ تحفہ پیش کیا جائے جن قربانی کرنے والوں نے خصوصاً اس دور میں پاکستان میں قربانی کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے نتیجہ میں بعض دوستوں کو غلط فہمی ہوئی کہ وہ لوگ جو ضرورت مند ہیں جن کے گھر جلائے گئے یا جن کے ذرائع معاش ختم کر دیئے گئے، طرح طرح کی ان کو تکلیفیں پہنچائی گئیں ان کے نام پر ان کی خاطر ایک چندہ لیا گیا لیکن اس مقصد پر اس کو اب خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ بالکل دوسرے مقصد پر خرچ کیا جائے گا۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے میں نے بیان کرنے میں غلطی کی ہو یا میری طرز بیان میں کوئی خامی رہ گئی ہو۔ یہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔

میں نے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قربانی کرنے والوں کی بہت سی قسمیں ہیں اور بلالی قربانیاں کرنے والے پاکستان میں ہزارہا کی تعداد میں ہیں۔ کوئی علاقہ خالی نہیں ہے ان سے۔ ہر عمر کے لوگ ان میں شامل ہیں اور بہت بھاری اکثریت ان میں ایسی ہے جو یا تو اپنے آپ کو ضرورت مند سمجھتے ہی نہیں یا ضرورت مند ہیں بھی تو اپنی طبیعت کی مجبوری کی وجہ سے وہ جماعت سے کوئی امداد لینا نہیں چاہتے۔ آپ لاکھ تحفہ کہہ کر پیش کریں، لاکھ یہ کہیں کہ یہ ہماری سعادت ہوگی آپ قبول کر لیں لیکن بعض انسانوں کی طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ نہیں قبول کر سکتیں۔ اس لئے اول تو وہ بہت سے ایسے ہیں جو اپنے آپ کو ضرورت مند سمجھتے بھی نہیں اور واقعۃً بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کہ ضرورت مندوں کے زمرہ میں شمار نہیں ہوسکتے اور جو ہیں ان میں سے ایک بڑی تعداد ہے جو بالکل پسند نہیں کرے گی کہ ہمیں کسی قسم کی کوئی امداد خواہ تحفہ کے طور پر ہی ہو پیش کی جائے۔ کچھ بیچ میں سے مجبور بھی ہیں۔ یہ تحفہ جو تھا یہ تو سب کے لئے تھا۔

میرے ذہن میں اس وقت دو باتیں تھیں اول یہ کہ اس تحفہ کو جو جماعت نے بڑی محبت سے ان سب اللہ کی راہ میں قربانی کرنے والوں کے لئے پیش کیا ہے کسی طریق سے سب تک پہنچایا جائے، سارے اس میں شامل ہو جائیں۔ دوسرے یہ تھا کس طریق پر یہ کام کیا جائے، اس کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پھر رہنمائی فرمائی کہ اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہے ان کو یہ تحفہ پہنچانے کا کہ تمام دنیا میں سو بڑی زبانوں میں جو قرآن کریم کے تراجم پیش کئے جائیں وہ ان کی طرف سے کل عالم کی اقوام کے سامنے تحفہ ہو اور یہ ایک ایسا تحفہ ہوگا جو ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری و ساری رہے گا۔ اس سے بہتر تحفہ نہ یہ دنیا کو پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کو پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ مراد نہیں تھی کہ وہ دوست جو اتنے ضرورت مند ہیں اور بہت سے ایسے خاندان ہیں جن کے اور ذرائع معاش نہیں رہے۔ جماعت پر ذمہ داری ہے کہ ان کی ہر قسم کی ضرورتیں پوری کرے ان کو اس فنڈ کے فائدے سے محروم کر دیا جائے گا یہ ہرگز مراد نہیں تھی۔ ان کو تو جماعت پہلے ہی ضرورتیں مہیا کر رہی تھی۔ اور جب سے اس فنڈ کی تحریک ہوئی ہے میں نے ہدایت کی ہے کہ اسی فنڈ میں سے خرچ کیا جائے اور یہ بھی خاطر خواہ رقم ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قربانی کا ایک عظیم جذبہ عطا کیا ہے۔ مسلسل بار بار کی تحریکات کے باوجود دنیا یہ سمجھتی ہوگی کہ جماعت تھک گئی ہے اب اور نئی تحریک کے اوپر کہتے ہوں گے کہ اب کہاں تک ہم سے مانگتے چلے جاؤ گے مگر میں جانتا ہوں کہ کس طرح جماعت حیرت انگیز طور پر بظاہر خالی جیبوں میں سے اور پھر نکالتی چلی جاتی ہے۔ وہ اپنی جیبیں خالی کرتی چلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جیبیں بھرنے کے سامان پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ بلال فنڈ میں بھی اتنی رقم ابھی تک پیش ہو چکی ہے کہ موجودہ ضروریات سے وہ کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے اس زائد از ضرورت کو بھی کسی جگہ استعمال کرنا تھا۔

بعض دوستوں کا یہ خیال تھا کہ ٹرسٹ قائم کر دیا جائے اور آئندہ بھی مختلف زمانوں میں مختلف ملکوں میں ضرورتیں پیش آتی رہیں گے اس ٹرسٹ سے ان راہِ مولیٰ میں دکھ اٹھانے والوں کی ضروریات پوری کی جائیں اور وقتی طور پر میں بھی اس تجویز سے متاثر ہوا اور دماغ میں یہ خیال آیا بلکہ ربوہ میں میں نے ہدایت بھی دے دی لیکن اس کے باوجود اس معاملہ میں طبیعت میں بہت بے چینی پیدا ہوئی اور طبیعت نے اس تجویز کے خلاف سخت ردعمل دکھایا۔ غالب تو کہتا ہے کہ

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوءِ ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

(دیوان غالب صفحہ:۱۶۱)

ہم جو حقیقت میں دین کی معرفت کو سمجھنے والے ہیں ہم کیسے یہ کر سکتے ہیں کہ آنے والے کل کے مخلصین کے حق میں یہ بدظنیاں کریں کہ جب اس زمانہ میں ضرورتیں پیدا ہوں گی تو وہ ان کو پورا نہیں کر سکیں گے۔ ہمارے ٹرسٹ ہی ہیں جو ان کے کام آئیں گے اور گویا خدا تعالیٰ ان ٹرسٹوں کے ذریعہ ان ضرورتوں کو پورا کرے گا اور جس طرح جماعت کو خدا تعالیٰ بے ساختہ آج توفیق عطا فرما رہا ہے کل کے مخلصین کو یہ توفیق نہیں عطا فرمائے گا۔ یہ تو بہت بڑی بدظنی ہے اور بہت بڑی محرومی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر ایسے واقعات دوبارہ بڑی سطح پر کہیں پیدا ہوں تو ناممکن ہے کہ جماعت کے دل ٹھنڈے ہو جائیں اس بناء پر کہ کسی ٹرسٹ کے ذریعہ اللہ کی راہ میں دکھ اٹھانے والوں کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں جب تک محبت کے ساتھ قربانی کی روح کے ساتھ خود شامل نہیں ہوں گے جب تک ان کو یہ توفیق نہ ملے کہ انہوں نے حصہ لیا ہے اس میں اس وقت تک ان کے جذبۂ ایمان اور جذبۂ خلوص کو تسکین مل ہی نہیں سکتی۔ تو ٹرسٹ سے دل اتر گیا فوری طور پر اور میں نے وہاں بھی ہدایت کر دی کہ اس ٹرسٹ کا خیال چھوڑ دیں جو رقم آتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور اللہ نے ہی پہلے ضرورتیں پوری کی تھیں آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ آئندہ کے مخلصین پر بھی بدظنی نہ کی جائے۔ یہ رقم ختم ہو گی تو خدا اور مہیا فرما دے گا اس لئے ٹرسٹ کے خیال کو چھوڑ دیں۔

اور ان سب باتوں کے باوجود ایک بڑی رقم ان ضرورتوں کو جو چند سال تک پیش نظر رکھی تھیں مَیں نے، ایک بڑی رقم ان ضرورتوں سے بچ جاتی تھی۔ یہ وہ بچی ہوئی رقم تھی جس کے متعلق خیال تھا کہ اسے کس طرح اس مقصد میں خرچ کیا جائے اور کس طریق پر خرچ کیا جائے کہ سب قربانی کرنے والوں کو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کا یہ محبت بھرا تحفہ پہنچ جائے۔ تو اس وضاحت کے بعد امید ہے کہ اگر کسی کے دل میں کوئی وہم، کوئی غلط خیال پیدا ہو رہا تھا تو وہ ختم ہو جائے گا ہمیشہ کے لئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ قربانی کا یہ دور بہت ہی وسیع ہے وقتی طور پر ہماری نظریں کسی خاص قربانی کے حصہ پر مرکوز ہو جاتی رہی ہیں لیکن جس طرح Limelight بدلتی ہے، روشنی کے توجہ کا مرکز پھرتا

رہتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ پاکستان میں قربانیوں کے دائرے بدلتا چلا جارہا ہے۔کبھی ایک دائرہ میں قربانیوں کی توفیق مل رہی ہے پھر وہاں سے روشنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی روشنی ہٹتی ہے تو کسی اور جگہ فوکس (Focus) کر دیتی ہے پھر وہاں بکثرت جماعت کو قربانیوں کی توفیق ملتی ہے۔ پھر وہاں سے وہ روشنی کسی اور سعادت مند جگہ کو عطا ہوتی ہے اور وہاں لوگ قربانیوں سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔تو یہ ایک بہت ہی وسیع کہانی ہے اور گذشتہ دو تین سال کے اندر پاکستان کا کوئی حصہ ایسا نہیں رہا جہاں اللہ تعالیٰ نے بڑے پیمانے پر جماعت کو خدمت اور قربانی کی توفیق عطا نہ فرمائی ہو۔

سندھ میں دیکھئے! تھرپارکر کے علاقہ میں، کنری کی گلیوں میں کس طرح نوجوان ذلیل کئے گئے بظاہر گلیوں میں گھسیٹے گئے، بے ہوش ہو کر گرے وہاں مار کھا کھا کر، جیلیں بھر دی گئیں ان سے۔عمرکوٹ کی جیل بھری گئی اور وہاں جگہ ختم ہوگئی تو مٹھی کی جیل میں پہنچایا گیا۔میرپورخاص میں قیدی منتقل کئے گئے۔ بڑے وسیع پیمانے وہاں پر قربانی دی گئی۔اب ان سب کو آپ کا یہ محبت بھرا تحفہ کیسے پہنچایا جاتا۔اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ ان سب کو خدا تعالیٰ کی اس تقدیر نے آپ کا یہ تحفہ پہنچا دیا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے ان کی طرف سے اقوامِ عالم کو قرآن کریم کا تحفہ ملتا رہے گا۔

پھر کراچی ہے، نہ صرف یہ کہ کراچی نے باہر جا کر اس عظیم الشان دور میں بہت ہی غیر معمولی خدمت کی توفیق پائی بلکہ کراچی میں بھی بکثرت نوجوان ہیں جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں محض اس وجہ سے برداشت کیں کہ کلمہ طیبہ سے ان کو محبت تھی اور اس محبت سے کسی قیمت پر بھی الگ ہونے کے لئے تیار نہیں تھے۔سکھر میں جو واقعات ہوئے، سکھر کی جیلوں میں جو واقعات ہوئے ان سے آپ واقف ہیں۔آج بھی ہمارے دو نوجوان احمدی مخلصین یہاں موجود ہیں جنہوں نے نہایت ہی خوفناک اذیتیں کلمہ کی محبت کی وجہ سے سکھر کی جیلوں میں برداشت کی ہیں یا پولیس کی حوالات میں تکلیفیں برداشت کی ہیں۔غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ انہیں حوصلے بخشتا رہا، صبر عطا فرماتا رہا اور سکھر کی گلیوں میں بار بار احمدی مخلصین کا خون بہایا گیا ہے۔ یہ سب لوگ، ان سے تعلق رکھنے والے سارے لوگ اس بات کے حق دار تھے کہ جماعت ان کو ایک محبت بھرا پرخلوص تحفہ پہنچاتی اور اس ذریعہ سے یہ ان کو تحفہ اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا۔

پھر نوابشاہ ہے حیدر آباد ہے، خیر پور ہے۔ ایک کے بعد دوسرے ضلع کی طرف نگاہ کریں کسی نہ کسی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہر ضلع کو قربانیوں کی توفیق بخشی ہے اور ہر جگہ جماعت بڑے ہی صبر کے ساتھ اور استقلال کے ساتھ اور جوانمردی کے ساتھ قربانیاں پیش کرتی چلی جا رہی ہے۔ پھر یہ جنوب سے چلنے والی ہوا شمال میں داخل ہوئی اور کبھی ایسا ہوا کہ شمال سے چلی اور جنوب کی طرف چل پڑی۔ تو یہ رخ قربانیوں کی ہواؤں کا اسی طرح جاری رہا ہے بڑے لمبے عرصے تک۔

لاہور کی جماعت کو اسی طرح قربانیوں کی توفیق ملی۔ ساہیوال کے واقعات تو آپ کو از بر ہو چکے ہیں اور کس طرح کثرت کے ساتھ اوکاڑہ میں بھی اور ساہیوال میں بھی اور ملتان بھی میں اور رحیم یار خاں میں بھی اور بہاولپور میں بھی اور بہاولنگر میں بھی اور ڈیرہ غازی خان میں بھی، راولپنڈی میں، اٹک میں، گجرات میں، گوجرانوالہ میں، سرگودھا میں، جھنگ میں، سیالکوٹ میں، لاہور کے علاوہ قصور میں، یہ سارے اضلاع ان پر نظر ڈال کر دیکھیں کوئی ایک بھی ضلع ایسا نہیں جہاں جماعت کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر کلمہ طیبہ کی محبت میں قربانیوں کی توفیق نہ عطا فرمائی ہو۔

پھر صوبہ سرحد میں ہزارہ سے بڑا شاندار آغاز ہوا تھا۔ اسی لئے میں نے کہا کبھی تو یہ ہوا جنوب سے چلی ہے اور شمال کی طرف روانہ ہوئی، کبھی شمال سے چلی ہے اور جنوب کی طرف چلی گئی۔ ہزارہ بھی شمالی علاقوں کا ایک حصہ ہے اور صوبہ سرحد میں ہزارہ کی جماعت کو اور ایبٹ آباد کی جماعت کو بہت ہی شاندار، بہت ہی عظیم الشان تاریخی قربانیوں کی توفیق عطا ہو چکی ہے۔

پھر بلوچستان رہتا تھا۔ کوئٹہ میں جو واقعات گذر گئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ فیصلہ کیا کہ بلوچستان کی جماعتیں کیوں اس سعادت سے محروم رہیں۔ چنانچہ کوئٹہ میں بھی جماعت کو جس شان کے ساتھ، جس طرح سر کو بلند رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی عزت اور ناموس کا علم بلند رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ فدا کرنے کی توفیق ملی ہے، ایک بہت ہی سنہری باب ہے کوئٹہ کی جماعت کی تاریخ کا جو غیر معمولی شان رکھتا ہے۔

جہاں تک میرا علم ہے کوئٹہ کی جماعت کو اس سے پہلے بحیثیت جماعت اس طرح اجتماعی قربانی کی کبھی توفیق نہیں ملی تھی۔ چھوٹے کیا بڑے کیا، مرد کیا عورتیں کیا۔ وہ جن کو تیسری صف کا احمدی خواہ مخواہ ظلم کی راہ سے شمار کیا جاتا تھا یا بعض ان میں سے منافق کہلاتے تھے خواہ مخواہ بے وجہ، اس کو کہا

جاتا تھا کہ ان پر پورا اعتبار نہیں کرنا ان میں فلاں رگ پائی جاتی ہے اور فلاں رگ پائی جاتی ہے۔ جب ابتلا کا وقت آیا تو ایک چٹان کی طرح، ایک بنیانِ مرصوص کی طرح ایک جان ہو کر ان سب نے قربانیاں دیں ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی جماعت کی عزت و ناموس کا سر جھکنے نہیں دیا۔ کلمہ کی محبت کے علم کو بلند رکھا ہے اور کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ ان کے سر پر کیا گذر جاتی ہے۔ ایسے حالات پیش آئے کہ جب تک واقعۃً یہ خطرہ تھا کہ کلیۃً سارے کے سارے احمدی وہاں قتل و غارت اور شہید کر دیئے جائیں لیکن مجال ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش آئی ہو۔ پہلے سے بڑھ کر ان کے عزم بلند ہو گئے، ان کی ہمتیں جوان ہو گئیں، ان کے اندر غیر معمولی حوصلے پیدا ہوئے اور نظر پڑتی تھی تو رشک سے اور محبت سے نظر پڑتی تھی کہ خدا کی شان ہے کہ کوئٹہ سے خدا تعالیٰ نے ایسی شاندار جماعت عطا فرما دی ہے۔ وہ پہلے ہی تھی لیکن خدا کی تقدیر ان کے چھپے ہوئے جوہروں کو نمایاں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس دور میں وہ سارے چھپے ہوئے جوہر نمایاں ہو گئے۔

پھر اب دوبارہ صوبہ سرحد کی طرف اس ہوا نے رخ کیا اور مردان میں احمدی خاتون کو بڑی شاندار قربانی کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ خالصۃً للہ عبادت کی خاطر وہ خاتون قتل کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مقتول نہیں ہیں، مردہ نہیں ہیں، وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئی ہیں۔

اس ساری تاریخ کو اگر آپ سمیٹنے کی کوشش کریں تو سمیٹا نہیں جائے گا۔ دو تین سال کے اندر ایسی خدا نے حیرت انگیز جماعت کو قربانی کی توفیق عطا فرمائی ہے، ایسی عظمتیں عطا کی ہیں کہ ان کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ آپ مڑ کر تاریخ میں ڈھونڈا کرتے تھے۔ اب آنے والی نسلیں آپ میں ڈھونڈا کریں گی اور تلاش کے لئے ان کو زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ تو آج آسمان کو قربانیوں کے ستاروں سے بھر چکے ہیں اور بھرتے چلے جارہے ہیں یہ زورِ بازو سے نصیب ہونے والی سعادت نہیں ہے یہ خدا کی خاص عطا ہے اور جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔

میں تو جب اس مضمون پر غور کر رہا تھا تو مجھے ولی دکنی کا یہ شعر یاد آ گیا کہ

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا ؎
مگر ایک شاخِ نہالِ دل جسے غم کہیں سو ہری رہی

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ ہوا جو جنوب سے چلی یا شمال سے چلی۔ اس نے شمال کا رخ کیا یا

جنوب کا رخ، کیا ایک ایسی ہوا تھی جس نے احمدی چمن کے سرور کو واقعی جلا دیا، بہت ہی بے چینی پیدا کی، بے کیف کر دیا زندگی کو ان معنوں میں کہ ہر روز جماعت اپنے کسی بھائی، کبھی کسی بہن، اپنے کسی جدا ہونے والے کے دکھ کو محسوس کرتی تھی اور اس سے بڑھ یہ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کو نہایت ہی گندی اور ذلیل گالیاں دی جاتی تھیں اور جماعت کو صبر کی تلقین تھی۔ کوئی اس کے مقابل پر کچھ نہ کہہ سکتا تھا نہ کر سکتا تھا۔ روزانہ احمدی گھروں تک یہ گندی آوازیں پہنچائی جاتی تھیں۔ اخباروں کے منہ کالے کر دیئے جاتے تھے اور یہ ایک دن یا دو دن کا ابتلا نہیں تھا، سالہا سال تک مسلسل روزانہ یہ ظلم ہوتا رہا ہے۔

پس یہ کہنا ہر گز بے جا نہیں کہ ایک ایسی ہوا چلی ہے جس سے **جماعت احمدیہ کے سرور کا سارا چمن جل گیا لیکن ایک شاخِ نہالِ دل باقی رہی ہے۔ وہ کلمہ طیبہ کی محبت کی شاخِ نہال ہے۔ یہ ساری ہوائیں جنہوں نے سرور کے ہر چمن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ احمدی دلوں سے کلمہ طیبہ کی پاک شاخِ نہال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ وہ شاخِ نہال دل بڑھتی رہی، اس کی احمدی اپنے خون سے آبیاری کرتے رہے، اس پر آنچ نہیں آنے دی۔ اور آپ دیکھیں گے کہ یہی شاخِ نہالِ دل ہے جو تمام دنیا میں ایک تنومند درخت کی صورت میں ابھرنے والی ہے۔ اس کی شاخیں سارے عالم سے باتیں کریں گی، زمین کے کناروں تک پہنچیں گی۔ یہی ہے جو آپ کے مستقبل کی ضمانت ہے یہی وہ شاخ نہال ہے کلمہ طیبہ کی محبت کی شاخ نہال جس نے لازماً غالب آنا ہے اور ساری دنیا کو اپنی چھاؤں تلے لے لینا ہے۔** تمام دنیا کے پرندے اس کی شاخوں پر بیٹھیں گے، اس سے روحانی رزق پائیں گے، گرمی اور سردی سے بچیں گے اور اللہ کی تسبیح اور تحمید کے گن گائیں گے اور جب ساری دنیا اس شاخ نہال کے عظیم الشان بننے والے درخت کی چھاؤں تلے آجائے گی تو ان سب کی دعائیں، ان سب کی حمد، ان سب کے خدا کی محبت میں گائے جانے والے گیتوں میں آپ کے دلوں کی آواز شامل رہے گی۔ خدا کی تقدیر کبھی آپ کو نہیں بھولے گی۔ ان کے ہر دل سے اٹھنے والے نغمہ میں آج کے احمدیوں کے دل کی گریہ وزاری شامل رہے گی اور خدا کے پیار کی نظر سب سے زیادہ ان گریہ وزاری کے رگوں پر پڑے گی جو ان اٹھنے والے نغموں کے وجود میں شامل ہو چکی ہوں گی۔

بڑا ہی مبارک دور ہے بڑا ہی سعید دور ہے اور ایسی سعادتیں آپ کو نصیب ہو رہی ہیں جو

کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں اس لئے ایک لمحہ کے لئے بھی حوصلہ نہیں ہارنا۔ یہ نہیں کہ میں کسی تھکاوٹ کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ میں تو دن بدن پہلے سے زیادہ مضبوط تر ہونے والے عزم کو دیکھتا چلا جارہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جماعت میں ایک حیرت انگیز انقلابی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے، نئی مضبوطی پیدا ہو رہی ہے، نئی توانائی آرہی ہے لیکن اس کے باوجود میرا کام ہے کہ وقتاً فوقتاً آپ کو پھر بھی یہ یاد دلاتا رہوں کہ صبر کے ساتھ قائم رہنا ہے اس راہ پر۔ **ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دینی۔ اپنے عزم کے سر کو جھکنے نہیں دینا، اپنی ہمتوں کو کوتاہ نہیں ہونے دینا۔ نہ تھکنا ہے نہ ماندے ہونا ہے جو کچھ دنیا کے بس میں ہے وہ کرتی چلی جائے۔ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شاہراہِ اسلام کی ترقی کی راہ پر ہمیشہ ہمیش آگے بڑھتی چلی جائے گی اور آگے ہی بڑھتی چلی جائے گی۔**

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے بعد کچھ مرحومین کی نماز جنازہ ہوگی۔ ان میں سب سے پہلے سرفہرست تو یہی ہماری عزیزہ بہن رخسانہ صاحبہ ہیں۔ ان کے بعد مکرم چوہدری سردار محمد صاحب فیصل آباد یہ جماعت کے مخلص کارکن ڈاکٹر ولی محمد صاحب ساغر کے والد تھے۔ پھر مکرمہ نور بی بی صاحبہ یہ مکرم چوہدری رحمت اللہ صاحب مرحوم آف چک نمبر 275 کرتار پور کی اہلیہ تھیں اور موصیہ تھیں۔ پھر مکرمہ امینہ طاہر صاحبہ یہ مکرم مبشر احمد صاحب طاہر آف جرمنی کی اہلیہ تھیں، حال ہی میں جوانی میں وفات پا گئی ہیں۔ ان کے سر میں کوئی Tumer تھا جس کا آپریشن ہوا اور آپریشن کے بعد ساتھ ہی دل کا حملہ بھی ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں خاص طور پر مبشر کا بہت ہی درد کا فون آیا تھا۔ خاص طور پر دعا میں ان کو یاد رکھیں۔ مکرمہ اقبال اختر صاحبہ ہیں یہ ہمارے پرانے معروف دوست کیپٹن عبدالحئی صاحب آف کینیڈا کی اہلیہ تھیں۔ مکرمہ رخسانہ صاحبہ کا تو پہلے اعلان کر چکا ہوں۔ ان سب کی نماز جنازہ غائب نماز جمعہ کے معاً بعد ہوگی۔